سلسلۂ یادگار مہاراجہ ــــ نظم نمبر ۲

# اَرْمَغَانِ حُب

یعنی منظوماتِ


محمد امیر حیدر خان المتخلص بہ حبّ و مسحور

مہاراجکمار محمود آباد



امیریہ دار التصنیف والتالیف

قیصر باغ ـ لکھنؤ

مطبعۂ قیمہ ـ بمبئی

(مالکان : شرف‌الدین الکتبی واولادہ)

۱۳۵۷ھ ــ ۱۹۳۹ع

عبد الصمد شرف الدین نے مطبعۂ قیمہ، ۲۳۲ بھنڈی بازار، بمبئی نمبر ۳، میں طبع کیا
اور امیریہ دار التصنیف والتألیف، محمود آباد ہاؤس، قیصر باغ، لکھنؤ، نے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(١)

غم ملے مجھکو اک زمانے کے
یہ نتیجے ہیں دل لگانے کے
وہ جو خوگر ہیں دل دُکھانے کے
ہم بھی عادی ہیں دکھ اٹھانے کے

ہم گنہگار آنکھ اٹھانے کے
تم خطاوار مسکرانے کے
آشیاں میں تھے کل ، قفس میں آج
سب کرشمے ہیں آب دانے کے
دیکھتے ہیں قفس سے ہم ناچار
تنکے اڑتے ہیں آشیانے کے

(۲)

مرتے دم آجائیے، تو آپ پر ہو لوں نثار
بس یہی بیمارِ غم کی آخری درخواست ہے
کب دلیلِ گمرہی ہے راستی سے انحراف
کعبۂ دل کی بِنا خود بر خلافِ راست ہے

(۳)

مآلِ زندگانی ہے جہاں میں نام کر جانا
وگرنہ یوں تو کیا مشکل ہے جینا اور مر جانا
بقا کیا ہے؟ برائے بیت رہنا دارِ فانی میں
فنا کیا ہے؟ مصیبت کے سفر سے اپنے گھر جانا

ابھی ذروں میں اپنے حسرتِ دیدار باقی ھے
صبا! خاکِ شہیداں پر کبھی ھوکر گذر جانا

بکھرجانا تھا جسکا باعثِ ہنگامۂ ھستی
قیامت ھے اسی زلفِ پریشاں کا سنور جانا

کبھی آہِ شرر افشاں کو یہ سمجھے کہ پَو پھوٹی
کبھی چمکا جو داغِ دل اُسے نجمِ سحر جانا

وھی تھا خواب کا عالم جسے سمجھے تھے بیداری
وھی تھا اصل میں ھشیار، جسکو بیخبر جانا

جہاں میں کچھ اگر سمجھا تو سمجھا معنئ حسرت
نہ دیکھا گِریہ کا حاصل، نہ نالے کا اثر جانا

﴿ ٤ ﴾

میرے نالوں نے نارسائی کی
بڑھ گئی رات کچھ جدائی کی
درِ قاتل پہ جبہہ سائی کی
ہم نے بھی قسمت آزمائی کی
مر کے ہم سب کی ناخدائی کی
بات رکھ لی شہا خدائی کی
ڈوبتا تھا مرا سفینۂ دل
یا علیؑ تم نے ناخدائی کی

سوزِ غم سے زبانِ شمع پہ ہے
داستاں میری بینوائی کی

دل میں رہ کر بھی منہ نہ دکھلایا
واہ ری شان رونمائی کی

ذرّے ذرّے کو کردیا بیخود
واہ کیا خوب خودنمائی کی

ہوش نے بھی نہ میرا ساتھ دیا
صبر نے بھی گریزپائی کی

غم میں روتی رہیں لہو آنکھیں
بخششیں ہیں کفِ حنائی کی

آشیاں تک قفس سے جا نہ سکا
منتیں ہیں شکستہ پائی کی
بن گئی تیر ، اے کماں ابرو !
داستاں تیری کج ادائی کی
منحصر حشر پر ہے وعدۂ دید
انتہا بھی ہے کچھ جدائی کی
دل کا ہے اضطراب وجہِ حیات
شان ہے تیری کبریائی کی
قیدِ غم جسکی زندگی ہو جائے
اسکو امید کیا رھائی کی

نہ مٹا سنگِ در سے نقشِ جبیں
رہ گئی بات جبہہ سائی کی

شیخؒ! ڈاڑھی تری بہت ھے دراز
حد نہیں تیری پارسائی کی

میرے دل میں وھی تجلی ھے
طور پر جسنے رونمائی کی

## (۵)

قلب ڈوبا شامِ غم، طوفان برپا ہوگیا
اشک کے قطرے نے کروٹ لی تو دریا ہوگیا

جلوۂ خالِ رُخِ معشوق کیا کیا ہوگیا
آنکھ میں تِل ہوگیا، دل میں سویدا ہوگیا

جل کے خاکستر ہوا دل، اب کہاں گلہائے زخم
روکشِ گلشن تھا جو، دامانِ صحرا ہوگیا

گیسوئے پُر پیچِ لیلیٰ کا زمیں پر تھا اثر
عنصرِ خاکی بیاباں میں بگولا ہوگیا

پہلے نفرت تھی، مگر اب دلمیں ہے پہلو نشیں
غم بُرا تھا، آپ کی خاطر سے اچھا ہوگیا

الفتِ گیسو میں ہوں تیرِ ملامت کا ہدف
یا میں دیوانہ ہوں یا لوگوں کو سودا ہوگیا

جنبشِ ابرو سے پیدا ہو گیا ہے داغِ دل
بس ہلالِ دوست، میرا چاند پورا ہوگیا

پاس ہوتا تو دکھاتا سوزِ پنہاں کا اثر
کیا کہوں چُھوٹے ہوئے دل سے زمانہ ہوگیا

قسمتِ دل تھی، الٹ دی میرے نالوں نے نقاب
مفت میں آخر، جمالِ یار رسوا ہوگیا

داستانِ طور میں کبتک چھپےگا رازِ حُسن
کہیئے اب کچھ اور، یہ قصہ پرانا ہوگیا

تابِ تابشہائے برقِ حسن لا سکتا تھا کون؟
دیدۂ موسیٰ کی خاطر طور سرمہ ہوگیا

آپ نے الٹی نقاب، اور میں رہا محرومِ دید
حسن کا جلوہ مری آنکھوں کا پردا ہوگیا

یاس کے عالم میں تمیں دل کی کہانی کیا کہوں
مختصر یہ ہے کہ محرومِ تمنا ہوگیا

وصل و ہجراں میں یہی ہے اختیارِ عشق وحسن
میں جو چاہوں وہ نہ ہو، تمنے جو چاہا ہوگیا

یہ مقدر ھے، کسی صورت اثر مٹتا نہیں

شامِ هجراں کیا ہوئی، قسمت کا لکھا ہوگیا

شامِ غم کی تیرگی میں کون کرتا مجھپہ رحم

داغِ دل چمکا، اندھیرے مین اُجالا ہوگیا

ڈھونڈتا ہوں، ہوکے مسحورِ نگاہِ ناز، دل

کیا کہوں بیٹھے بٹھائے مجھکو یہ کیا ہوگیا

## (٦)

ہے یہ شکوہ خزاں نے ساتھ دیا
نہ ہوئی اے بہار تو دلکی
زخم کیا بھرتے دل ہی بھر آیا
مٹ گئی حاجتِ رفو دلکی

## (۷)

قتل عتاب سے ہوا ، اور اثر کہیں نہیں
آپ کی تیغ ناز ہے ، یہ شکنِ جبیں نہیں
جانتا ہوں ، وصالِ دوست بہرِ دلِ حزیں نہیں
آپ سوال وصل پر کیجئے کیوں «نہیں نہیں»

فصلِ بہار آ گئی، نذرِ بہار کیا کروں
جیب کا ذکر چھوڑیئے، دامن و آستیں نہیں

ذکرِ جفا و ناز پر اُٹھکے چلے، بگڑ گئے
میں نے کہا، کہاں چلے؟ هنس کے کہا، کہیں نہیں

روکے گزاری زندگی، آپکو یہ گلہ رہا
دیکھیئے میری آنکھوں پر آج تو آستیں نہیں

بچکے جفائے چرخ سے جاؤں کہاں میں اے خدا
جسپہ نہ آسمان ہو، ایسی کوئی زمیں نہیں

سر ہے یہ اور آستاں، جاؤنگا اب بھلا کہاں
غیر کے در پہ جو جُھکے، وہ تو مری جبیں نہیں

جسکی بلندیاں جھکیں، جسکی تراوشیں رکیں

وہ ترا آستاں نہیں، یہ مری آستیں نہیں

ہوش میں اے حُبّ آیئے، انکا قدم جہاں پڑا

حسن کا آسمان ہے، عشق کی وہ زمیں نہیں

(۸)

جلوۂ رخ نے لے لیا صبرِ دل اور قرارِ دل

زلف کی نذر ہوگیا دامنِ تار تارِ دل

ایک خلش مجھے ملی سینے میں، غمگسارِ دل

• گلشنِ داغ میں بنا تیرِ نگاہ، خارِ دل

مٹ نہ سکی مٹانے سے آپکے، یادگارِ دل

نقشِ قدم میں ہر جگہ بنگیا اک مزارِ دل

صفحۂ بوستاں بنا دامنِ داغدارِ دل

زخم ہرے ہیں ہجر میں، آ گئی پھر بہارِ دل

غم ہی شریکِ حال ہے پھر بھی یہ اک محال ہے

جو کہ نہیں ہے یارِ دل، کیوں ہو وہ غمگسارِ دل

اور بڑھے گی تیرگی شامِ فراق، بخت کی

کیجئے اپنی زلفوں کو کس لیے سوگوارِ دل

باتیں کرونگا شامِ ہجر دلکے بہلنے کیلئے

کوئی نہیں، نہیں سہی، غم تو ہے همکنارِ دل ٭

جل کے سیاہ ہوگئی، صاعقۂ جمال سے
دیکھئے میرے دلکی خاك بنگئی سوگوارِ دل

بلبل و گل میں ربط کیا، عشق ہے وہ، یہ حسن ہے
ایک ہے نامرادِ دل، ایک ہے کامگارِ دل

نزع کے وقت آگئے، طرزِ جفا دکھا گئے
دیکھکے انکو رک گئی جنبشِ بیقرارِ دل

قلبِ فلك کے بُغض کو حبّ میں بیان کیا کروں
خاک میں ملگیا جہاں، پر نہ گیا غبارِ دل

(۹)

نقشے جو اس جہان میں ہیں ہست و بود کے
پروانے ہیں یہ سب تری شمعِ وجود کے
سجدے کئے یہ کسنے؟ ہُوا کون جبہہ سا؟
مٹتے نہیں نشاں ترے در سے، سجود کے
الفت نے تیرگی میں جلائے ہیں یوں چراغ
روشن ہیں داغ آج بھی چرخِ کبود کے
گرتے ہیں خاک پر کبھی اٹھتے ہیں خاک سے
معنی یہ ہیں قیام و رکوع و سجود کے

پاتے نہیں ھیں مر کے بھی، لیکن تلاش ھے
مِٹ مِٹ کے پھر ابھرتے ھیں نقشے وجود کے

تیرے قِدم کے سامنے کیا دم حدوث میں
طبقے الٹ کے رہ گئے عاد و ثمود کے

ھستئِ دھر جسکے مقابل میں ھو عدم
منکر ھوں کسطرح سے ھم اسکے وجود کے

فانی کی عقل میں نہ سمایا وجودِ محض
محدود مسئلے ھیں جہاں کے حدود کے

ساحل ھے جسکا، روزِ ازل، اور شب، ابد
ھملوگ بھی ھیں قطرے اسی آبرود کے

یا رب! ظہورِ نورِ حقیقت ہو دہر میں
ویران بتکدے ہوں رسوم و قیود کے

پائے اثر قیام کے، اٹھا جو دردِ غم
بیٹھا جو دل، تو درس ملے ہیں قعود کے

خیبر کی جنگ کیلئے کرّار چاہئے
وہ جم کے کیا لڑیگا جو بھاگا ہو کود کے

معراج میں نبی کیلئے چرخ شق ہوا
یعنی فلک شگاف تھے، نعرے درود کے

مسحور عمر صرف ہوئی حُبِ آل میں
میری زباں میں اب بھی کرشمے ہیں سود کے

## (۱۰)

جنوں افزا ہے پیراھن ھمارا
گریباں ھوگیا دامن ھمارا

جلا ہے دل، پسِ مردن ھمارا
ھوا ہے نام یوں روشن ھمارا

جنوں کی فصل شاید آگئی ہے
ہے ٹکڑے ٹکڑے پیراھن ھمارا

دلِ پُر داغ ہے اب نذرِ مژگاں
اِنہیں کانٹوںمیں ہے گلشن ھمارا

جہاں پر آپ کے نقشِ قدم ہیں
بنے گا اب وہیں مدفن ہمارا

تراوشہائے اشکِ غم نہ پوچھو
گھُلا جاتا ہے سارا تن ہمارا

اِسی اُجڑے ہوئے دل میں کِھلے زخم
یہی ویرانہ ہے گلشن ہمارا

دلِ پہلو نشیں نے کی دغا، کی
ہوا ہے دوست بھی دشمن ہمارا

دلِ پُر داغ میں خاک اڑ رہی ہے
بیاباں ہو گیا گلشن ہمارا

محبت کی یہ چنگاری ہے کیسی
پھُکا جاتا ہے سارا تن ہمارا

دلِ پر خوں اسی گیسو میں ہے قید
یہ ناگَن لے گئی ہے من ہمارا

نہ لے ہمسے حسابِ دانہ دانہ
کہ نذرِ برق تھا خرمن ہمارا

زمینِ کوئے جاناں تیری خاطر
ہوا ہے آسماں دشمن ہمارا

اُنھیں مسحور نیند آتی نہیں اب
سنا تھا نالہ و شیون ہمارا

(۱۱)

لن ترانی کی صدا ہے اور پردہ بھی نہیں
آج جب بجلی چمکتی ہے تو موسیٰؑ بھی نہیں

دل تو دل ہے اک ذرا سی آنچ میں سرمہ ہوا
پردہ دارِ سوزِ الفت طورِ سینا بھی نہیں

دل کو لے ڈوبی ہے سیلِ غم بہا کر شامِ ہجر
چشمِ گریاں میری دریا بھی ہے، دریا بھی نہیں

اب وہاں ہو نمیں جہاں یکتائیِ غم سے ہے کام
تم تو تم ہو، میرے پہلو میں تمنا بھی نہیں

یاس کی تاریکیوں میں بجھگیا دل ، بجھگیا

آرزوے جلوۂ برقِ تجلی بھی نہیں

یوں ہوا برباد دل ، باقی نہیں کوئی نشاں

جس میں کل تک خاک اڑتی تھی وہ صحرا بھی نہیں

میری آنکھوں میں ہو ، اور پھر بھی نظر آتے نہیں

کیا غضب ہے مجھ سے پردہ بھی ہے ، پردہ بھی نہیں

﴿ ۱۲ ﴾

چشم غم کی خونفشانی اور ھے

گِھر کے جو برسے وہ پانی اور ھے

دورِ ساغر میں کہاں یہ گردشیں

میری قسمت کی کہانی اور ھے

تیغ قاتل ! اشکِ حسرت کی قسم

خنجرِ ابرو کا پانی اور ھے

بیکسونکی قبر پر کیسا چراغ

بینشانونکی نشانی اور ھے

سن سکو تو طور کا قصہ سنو
میرے جلنے کی کہانی اور ھے

کہہ رہا ھے یہ عناصر کا وجود
چار دن کی زندگانی اور ھے

تم سنو جو، وہ فسانہ اور ھے
میں کہوں جو، وہ کہانی اور ھے

تیری بجلی میں ھے کیا؟ اے برق طور
حسن کی برقِ جوانی اور ھے

شیشۂ رخ میں جھلکتا ھے عتاب
یہ شرابِ ارغوانی اور ھے

چُپ لگی ہے آج برقِ طور کو
خامشی میں لن ترانی اور ہے

آئی پیری مٹ گئیں سب حسرتیں
کچھ دنوں یادِ جوانی اور ہے

سب ہی اے مسحور ہیں معجز بیاں
پر، تری جادو بیانی اور ہے

(۱۳)

زهرِ آبِ جاودانی اور ھے

آپکے خنجر کا پانی اور ھے

شمعِ کشتہ ھے فسانہ گو مگر

سوز غم کی بے زبانی اور ھے

زندگیِ عیش سے کیا همکو کام

بیکسوں کی زندگانی اور ھے

دل کے قصے کس جگہ ہوتے نہیں

ہاں مگر میری کہانی اور ھے

ھے فروزاں داغِ دل ، کیسا چراغ ؟
قبرِ بیکس کی نشانی اور ھے

حشر کو مانا قیامت ھے مگر
یہ قیامت کی جوانی اور ھے

قصۂ فرھاد ھنسکر سن لیا
جو رُلادے وہ کہانی اور ھے

مٹ چکا میں ، لیکن اس مٹنے پہ بھی
حوصلہ اے دھر فانی ! اور ھے

دل مٹا ، نقشِ وفا ابھرا کیا
حُبّ یہ نقشِ جاودانی اور ھے

﴿ ۱٤ ﴾

جاؤ نہ خفا ہو کے مرے دل سے کہیں اور

اب ایسی وفا پاؤ گے مشکل سے کہیں اور جگہ

اندیشہ اسی کا ہے کہ الجھیں نہ وہ زلفیں

گتھی نہ پڑے برہمیِ دل سے کہیں اور

کسطرح سے باز آئیں ترے سجدۂ در سے

موجیں کبھی جاتیں نہیں ساحل سے کہیں اور

کعبہ یہی اپنا ہے صنم خانہ یہی ہے

کیا جائینگے اب عشق کی منزل سے کہیں اور

کب کنجِ قفس میں هیں گلِ چاک گریباں

پیدا هے اثر شورِ عنادل سے کہیں اور

مقتل میں دکھایا همیں دیدار بهی ورنه

ملتے وه بهلا آن کے بسمل سے کہیں اور ؟

مسحور یہاں ایک گھڑی چین نه پایا

چلیئے بس اب اس ملک کے ساحل سے کہیں اور

(۱۵)

ہماری حالتِ مضطر، کسی کو کیا معلوم
گذر رہی ہے جو دلپر، کسی کو کیا معلوم

بگڑ بگڑ کے بنا گھر، کسی کو کیا معلوم
تھا آشـــیاں کہ مقدّر، کسی کو کیا معلوم

فریبِ چشمِ فسونگر، کسی کو کیا معلوم
لہو بہاتے ہیں ساغر، کسی کو کیا معلوم

ابھی تو شوق میں ہمکو یقیں ہے مرنیکا
نہ لائیں ساتھ وہ خنجر، کسی کو کیا معلوم

وطن کو چھوڑ کے شاھونکے سر چڑھا آخر
صدف میں قیمتِ گوھر ، کسی کو کیا معلوم

کہے ، تو کون کہے ؟ کسنے مجھکو قتل کیا
ھے چپ زبان سے خنجر ، کسی کو کیا معلوم

نظر نہ ھو تو زمانہ سمجھ نہیں سکتا
ھے شبچراغ ، کہ پتھر ، کسی کو کیا معلوم

مسرتیں نہیں گلبانگِ شادمانی کی
میں غم کا ھو گیا خوگر ، کسی کو کیا معلوم

نگاہِ ناز نے برسائے دل سے قطرۂ خوں
چھپے تھے تیغ میں جوھر ، کسی کو کیا معلوم

زمانہ جانتا ھے آشیاں کو بھولا ھوں
قفس کھلا تو نہیں پر، کسی کو کیا معلوم

تپش سے برق کی دنیا نے بند کیں آنکھیں
تڑپ تری دلِ مضطر، کسی کو کیا معلوم

چمن سے دور ھے لیکن چمن کی یاد تو ھے
خلش تری دلِ مضطر، کسی کو کیا معلوم

قفس مین قید ھوں پھر بھی قفس ھے گلشن میں
رھیگا یونہی مقدّر، کسی کو کیا معلوم

تمھاری چال نے سمجھا دیا زمانے کو
نہیں تو فتنۂ محشر، کسی کو کیا معلوم

پلادے ایسے میں تھوڑا ھی دُردِ جام کہ پھر
کب آئے دور میں ساغر، کسی کو کیا معلوم

جس آستانے کو جاتے ھیں ھم بعزمِ قیام
اٹھے وھانسے بھی بستر، کسی کو کیا معلوم

نہ چھوڑ بخت کے ھاتھوںمیں کام، کر تدبیر
یہی ھو تیرا مقدر، کسی کو کیا معلوم

حقیقتِ خلشِ ابرو و مژہ مسحور!
سوائے دشنہ و نشتر، کسی کو کیا معلوم

(١٦)

زندگی مثلِ شرار اپنی ھے
چند لمحونکی بہار اپنی ھے

پہلے مجنون پہ ھنسا کرتے تھے
اب وھی حالتِ زار اپنی ھے

زندگی موت کا ھے آئینہ
شمع خود شمعِ مزار اپنی ھے

غیر کی موت ھو، تو ھمکو ملے
زندگی گو کہ ھزار اپنی ھے

## ﴿ ۱۷ ﴾

جورِ زمیں کہیں، ستمِ آسماں کہیں
ملتی بھی ہے جہاں میں کسی کو اماں کہیں

کیا پوچھتے ہو ہم وطن آوارونکا نشاں
اُجڑا سا اک مکاں ہے کہیں، استخواں کہیں

ایسا بھی کوئی دوست نہ دیکھا زمانے میں
حسرت ہے میرے ساتھ میں جاؤں جہاں کہیں

کیا ہے؟ جو بڑھگیا ہے مرے دلکا اضطراب
شاید تڑپ رہا ہے کوئی نیمجاں کہیں

اب تو نہ وہ بہار ھے باقی نہ وہ چمن
اك دن بنا ہوا تھا مرا آشیاں کہیں

﴿۱۸﴾

نویدِ موسمِ گل شاید اے دمساز آتی ھے
صبا گلشن کی جانب سے بصد انداز آتی ھے
شکستِ قلبِ بلبل کی صدا سن لو گلستاں میں
کہ غنچوں کے چٹکنے سے وھی آواز آتی ھے
ترے بیمار کا اب ناتوانی سے یہ عالم ھے
فغاں بنجاتی ھے جو لب تلک آواز آتی ھے

قفس کا در کھلا ہے سامنے، گل بھی ہیں گلشن بھی
مگر اب دیکھیں، کبتک طاقتِ پرواز آتی ہے

شبِ ہجراں ہے، طوفاں خیز ہیں مسحور کی آہیں
ہوا سے نالہ و فریاد کی آواز آتی ہے

﴿ ۱۹ ﴾

غم ہے تو چارہ سازیِ غم کرکے جائیے
گر ہو سکے ستم پہ ستم کرکے جائیے

تھمئے جناب! اٹھکے ابھی سے کہاں چلے
یٰسین میرے سینے پہ دم کرکے جائیے

حسنِ طلب وہ تیغ بکف جان لیگا خود
گردن کو اسکے سامنے خم کرکے جائیے

﴿ ۲۰ ﴾

عدم کا راہرو رہ رہ کے پہلو سے بلاتا ھے
اوٹھو مسحور دروازے کو کوئی کھٹکھٹاتا ھے
تھم اے دردِ جگر میرا تڑپنا رنگ لاتا ھے
ٹھہر اے بیقراری! کوئی خنجر آزماتا ھے
اِن امیدوں میں اٹھتا ھوں کہ شاید صبح ھوتی ھو
شبِ غم جب کوئی تارا فلک پر جھلملاتا ھے

(۲۱)

چمن سے دور قفس میں ہوں میں مکاں برباد
میں ہی وہ ہوں جسے کہتے ہیں آشیاں برباد

شبِ فراق، شبِ وعدہ، شامِ غربت میں
ہوی ہے میری تمنا کہاں کہاں برباد

نہاں ہے نقش جبیں کا کہ خاک اُڑتی ہے
میرے نہونے سے ہے تیرا آستاں برباد

فلک سے برق گری بھی تو چار تنکوں پر
چمن گلوں سے ہے آباد، آشیاں برباد

زمانه دلکی طرح کروٹیں بدلنے لگا

شبِ فراق هے نالوں سے اک جہاں برباد

زمانه جان گیا ظلم و جورِ پنہاں کو

هوائیں کرنے لگیں خاکِ آشـــیاں برباد

تھا زیرِ سایه مٹا ڈالا اوج والوں کو

زمین والوں کو کرتا هے آسماں برباد

همارے دلکی لگی هے گلونکے دامن میں

کہیں نه هو کے رهے سعیِ باغباں برباد

بلائے حسن سرِ عشق پر رهی مسحور

جلی جو شمع تو هونے لگا دُهواں برباد

( ۲۲ )

پیچھے ہے مرے قافلۂ حسرتِ یک عمر
آگے مرے وہ شب ہے سحر جسکی نہیں ہے

بے سود ہے اندازۂ مستقبلِ ہستی
ہونا ہے وہی ہمکو خبر جسکی نہیں ہے

(۲۳)

## فریادِ بلبل

وہ مشتِ پر ہوں جو ھے محبت کی یادگار !
وہ دل ھوں میں کہ جسکو نہیں ایک دم قرار !
میرے پرونمیں دامنِ الفت کا رنگ ھے !
میرے جگر میں سوزِ محبت کا ھے بخار
مستِ مئے وفا ھوں، خودی میری، بیخودی
آنکھونمیں میری دیدۂ نرگس کا ھے خمار
پھولوں کے زھر خندے سے ٹکڑے ھے دل مرا
یہ وہ ھنسی ھے جس سے کہ مسموم ھے بہار

پہلو میں دل ھے میرا کہ گلشن کا عکس ھے
یعنی ھجومِ گل سے کلیجہ ھے داغدار

کیوں ھنستے پھول سنکے صدائے شکستِ دل
ھوتا اگر انھیں مرے نالوں کا اعتبار

سوزِ جگر، فریبِ نظر، نالۂ سحر
میری نظر میں ھے یہی مجموعۂ بہار

مضمر تھا رنگِ گل میں فریبِ شکستِ رنگ
ٹوٹا مگر نہ اس سے مرا عہدِ استوار

آنسو میں میرے عکسِ گلستاں سما گیا
بنکر نگاہ آنکھوںمیں اتری مرے بہارؔ

دنیا کی ہے نگاہ گلوں کے جمال پر
سنتا ہے کون میری ، میں نالے کروں ہزار

آئینہ برگِ گل کا ہے شاید ، کہ بارہا
جنبش مرے پرونکی بنی جنبشِ بہار

فریاد سنکے بھی نہ کوئی سمجھا میری بات
نالہ ہے میرا رازِ محبت کا پردہ دار

پہونچا جہانمیں رنگِ گل اور آہِ غم کے ساتھ
آوازۂ شکست ، باندازۂ بہار

اک دن وہ تھا کہ پھولوں سے لڑتی تھی یہ نظر
اک دن وہ ہے کہ آنکھ قفس سے ہوئی دوچار

اک دن وہ تھا کہ پھولونمیں تھا اپنا آشیاں
ہوں آج بوئے گل کیلئے وقفِ انتظار
گلشن میں شاخِ گل پہ نشیمن تھا ایکدن
شوقِ وصال، پھولونسے رہتا تھا ہمکنار
آزادیونمیں کٹتی تھیں راتیں وصال کی
موجِ شمیم بنتی تھی میرے گلے کا ہار
میرا جلوس شاخونپہ ناز آفریں بنا
ہر شاخِ گل ہوا میں لچکتی تھی بار بار
یادش بخیر! اب نہ وہ گل ہیں نہ وہ چمن
آزادیونکے ساتھ خزاں ہو گئی بہار

اب میں ھوں اور کنجِ قفس اور خیالِ گل
قابو نہ دلپہ ھے نہ زمانے پہ اختیار
کیا ظلم و جورِ چرخ ستمگر بیاں کروں
جی چاھتا ھے بیٹھ کے روؤں میں زار زار
اچھا ہوا کہ قید میں ھوں اور اسیرِ غم
آزادیونپہ پھر گئی میرے، چھری کی دھار
یہ کنجِ باغ رھنے کے قابل نہیں رھا
نے وہ چمن کا رنگ، نہ وہ موسمِ بہار
گل کا سکوت گوش بر آواز ھی رھا
فریاد، بنکے نغمہ، ھوئی گوشِ گل کے پار

نامِ وفا ڈبو دیا پھولوں نے باغ میں!

پہلوئے گل میں دیکھوں کن آنکھونسے نوکِ خار

اللہ رے جذبِ حسن کہ دل بیٹھنے لگے

اک میں نہیں، اسیر چمن کے ہوے ہزار

لیکن جو ہمنفس تھے وہ آزاد ہو گئے

صیاد کی نظر میں ہمیں ہیں گناھگار

اک دل تھا اُسپہ ٹوٹ پڑا آسمانِ غم

اک آشیاں تھا اُسپہ گری برقِ شعلہ بار

چھٹ جائیں بھی قفس سے اگر ہم تو فائدہ؟

ناچار و پر شکستہ ہیں بے یار و بیدیار

جز مرگ اب تو کوئی بھی چارہ نہیں رہا

اے کاش موت ھی پہ ہمیں ھوتا اختیار

توڑیں تمام رشتے تو آزاد ھوں کہیں

زنجیر ھے ھر ایک ہمارے نفس کا تار

پھر کیا خبر کہ موت میں آرام ھی ملے

اِس زندگی کا ٹھیک نہ کچھ اُس کا اعتبار

راضی ھیں خیر یونہی گذارینگے زندگی

تن پاش، سینہ چاک، جگر خوں، دلِ فگار

تمام شد

*Maharajah Memorial Series — Poem No. 2*

# ARMAGHĀN-E-ḤUBB

A COLLECTION OF POEMS

By

Maharajkumar

Muhammad Amir Haider Khan

Ḥubb and Mas'ḥoor

of

Mahmudabad

QAYYIMAH PRESS

(PROPS. SHARAFUDDIN & SONS)

BOMBAY 3

1938

**DUE DATE**

| Date | No. | Date | No. |
|---|---|---|---|
| | | | |